محمد وسیم اختر مفتی

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

(۱۰)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: 'حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی'، ''نمازوں کی پابندی کرو خصوصاً بیچ کی نماز کی'' (البقرہ ۲: ۲۳۸)۔ 'الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی' کی تفسیر میں کچھ اختلاف ہے، تاہم حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اس سے مراد عصر کی نماز ہے۔ انھیں اپنی تفسیر کے صحیح ہونے پر اس قدر اعتماد تھا کہ اپنے مصحف کے حاشیہ پر اسے لکھوا دیا تھا (مسلم، رقم ۱۴۲۷۔ ابوداؤد، رقم ۴۱۰۔ ترمذی، رقم ۲۹۸۲۔ نسائی، رقم ۴۷۳۔ مسند احمد، رقم ۲۵۴۵۰)۔ ان معنوں کی تائید ان بے شمار روایتوں سے ہوتی ہے جو حضرت علی سے مروی ہیں، جنگ احزاب کے دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو بد دعا دی، اللہ ان کی قبروں اور ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے، کیونکہ انھوں نے ہمیں صلاة وسطیٰ (نماز عصر) پڑھنے سے روک دیا، حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا (بخاری، رقم ۲۹۳۱۔ مسلم، رقم ۱۳۶۵)۔

اہل ایمان نے خشک سالی کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر سے باہر نکل کر نماز استسقا ادا کرنے کے لیے ایک دن مقرر کر دیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: سورج کا ایک کنارہ ہی طلوع ہوا تھا کہ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ تکبیر و تحمید کے بعد فرمایا: تم نے اپنے ملک میں سوکھا پڑنے اور وقت پر بارش نہ ہونے کی شکایت کی ہے۔ اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ اس سے دعا کرو اور وعدہ کرتا ہے کہ دعا قبول کرے گا۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر بارش کی دعا کی پھر

منبر سے اترے اور دو رکعتیں پڑھائیں۔ آخر کار اللہ نے بادل بھیجا جو کڑکا اور برسا۔ آپ اپنی مسجد تک نہ پہنچے تھے کہ ندی نالے بہنے شروع ہو گئے (ابوداؤد، رقم ۱۱۷۳۔ مستدرک حاکم، رقم ۱۲۲۵)۔

روزہ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: زمانۂ جاہلیت میں قریش یوم عاشورا (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے۔ مدینہ ہجرت کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن روزہ خود بھی رکھتے اور اہل ایمان کو بھی روزہ سے رہنے کا حکم دیتے۔ جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: عاشورا اللہ کے دنوں میں سے ایک دن ہے، جس کا جی چاہتا ہو، یہ روزہ رکھ لے اور جو نہ چاہے، نہ رکھے (مسلم، رقم ۲۶۰۷۔ ابوداؤد، رقم ۲۴۴۲۔ ترمذی، رقم ۷۵۳۔ ابن ماجہ، رقم ۱۷۳۷۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۰۱۱)۔ یہودی یوم عاشورا کو مقدس جانتے تھے، کیونکہ اس دن اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا کیا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگلے برس ہم نویں محرم کا روزہ رکھیں گے، لیکن اس سے پہلے آپ کی وفات ہو گئی (مسلم، رقم ۲۶۳۶۔ ابن ماجہ، رقم ۱۷۳۶)۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: نویں، دسویں محرم دونوں دنوں کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو (ترمذی، رقم ۷۵۵)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رمضان کا آخری عشرہ آتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہ بند مضبوطی سے باندھ لیتے، راتوں کو خود بھی جاگتے اور اپنی ازواج کو بھی بیدار رکھتے (بخاری، رقم ۲۰۲۴۔ مسلم، رقم ۲۷۵۷۔ نسائی، رقم ۱۶۴۰۔ ابن ماجہ، رقم ۱۷۶۸۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۱۳۶)۔ تہ بند مضبوطی سے باندھ لینا کنایہ ہے، ازواج سے الگ رہتے ہوئے عبادت پر پوری توجہ مرکوز کرنا۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک بار ماہ رمضان میں) مسجد میں نماز (تراویح) ادا کی۔ صحابہ نے بھی آپ کی اقتدا کی۔ دوسری رات آپ نے نماز پڑھی تو بہت لوگ اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: اتنے اعمال کرو جو تمھارے بس میں ہوں۔ اللہ تو نہ تھکے گا، لیکن تم بے زار ہو جاؤ گے۔ تیسری (یا چوتھی) رات صحابہ جمع ہو کر آپ کے آنے کا انتظار کرتے رہے، لیکن آپ نہ آئے۔ اگلے دن فرمایا: اس اندیشے نے کہ یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے، مجھے باہر نکلنے سے روکے رکھا (ابوداؤد، رقم ۱۳۷۳۔ نسائی، رقم ۱۶۰۵۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۳۲۲)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میرے علم میں نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک رات میں مکمل قرآن تلاوت کیا ہو، پوری رات، فجر تک قیام کیا ہو یا رمضان کے علاوہ مہینے بھر کے روزے رکھے ہوں (نسائی، رقم ۱۶۴۲)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اعتکاف صرف روزہ رکھنے پر ہو گا (موطا امام مالک، رقم ۱۱۲۱۔ مستدرک حاکم، رقم ۱۶۰۵)۔

حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں تو کیا دعا مانگوں؟ جواب فرمایا: ’اللّٰهم إنك عفو تحب العفو فاعف عني‘، ’’اے اللہ، تو بہت معاف کرنے والا ہے، معافی دینا پسند کرتا ہے، مجھ سے بھی درگذر کر لے‘‘ (ترمذی، رقم ۳۵۱۳۔ ابن ماجہ، رقم ۳۸۵۰۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۳۸۴۔ مستدرک حاکم، رقم ۱۹۴۲)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ انھوں نے کبھی نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحجہ کے (پہلے) دس دنوں میں روزہ رکھا ہو (ترمذی، رقم ۷۵۶۔ ابن ماجہ، رقم ۱۷۲۹۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۱۴۷)۔ امام طحاوی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا: ’’اللہ کے ہاں اس سے زیادہ پاکیزہ اور زیادہ مرتبہ رکھنے والا عمل کوئی نہیں جو عیدالاضحیٰ کے (پہلے) دس دنوں میں کیا جائے‘‘ (بخاری، رقم ۹۶۹)۔ اور سوال اٹھایا کہ آپ نے ان ایام میں روزہ رکھنا کیوں نہیں پسند فرمایا؟ پھر خود ہی اس کا یہ جواب دیا کہ روزہ رکھنے کے بعد انسان ذکر اور تلاوت جیسے اشغال کی ہمت نہیں پاتا۔ انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول بیان کیا کہ جب میں روزہ رکھتا ہوں تو نوافل پڑھنے میں سستی کرتا ہوں (شرح مشکل الآثار: باب ۴۶۷)۔ یہ جواب تسلی بخش نہیں، کیونکہ ہر نفلی روزے میں ایسا ہی ہوتا ہے تو کیا اہل ایمان روزہ رکھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ عبدالرحمٰن مبارک پوری کہتے ہیں: ان ایام میں روزہ رکھنا مکروہ نہیں۔ یوم عرفہ (۹/ ذی الحجہ) انھی ایام میں سے ایک ہے، اس روز کا روزہ تو مستحب ہے۔ ہو سکتا ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عارضے یا سفر کے سبب روزہ نہ رکھا ہو۔ ابن حجر کا کہنا ہے: حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں جن نیک اعمال کی ترغیب دی گئی ہے، روزہ ان میں شامل ہے۔ اس بات کا احتمال ہے کہ آپ نے روزہ اس لیے چھوڑا ہو کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے۔

حضرت عائشہ کو بتایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک روزہ جلد کھولتے ہیں اور نماز بھی ترت ادا کر لیتے ہیں۔ دوسرے صاحب افطار اور نماز، دونوں میں تاخیر کرتے ہیں۔ پوچھا: افطاری اور نماز میں عجلت کرنے والے کون ہیں؟ بتایا گیا: عبداللہ بن مسعود۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کیا کرتے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تھے۔ تاخیر کرنے والے حضرت ابوموسیٰ اشعری تھے (ابوداؤد، رقم ۲۳۵۴۔ نسائی، رقم ۲۱۶۰۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۲۱۲)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آتے تو کھانے کا پوچھتے۔ جب ہم کہتے: کھانے کو کچھ نہیں، تو آپ روزے کی نیت فرما لیتے۔ ایک بار تشریف لائے تو ہم نے کہا: (کھجور، پنیر اور گھی سے بنے ہوئے حلوے) حیس کا تحفہ آیا پڑا ہے، آپ کی خاطر رکھا ہوا ہے۔ فرمایا: لاؤ، پھر حیس تناول کر کے نفلی روزہ افطار کر لیا اور فرمایا: نفلی روزہ صدقے کی طرح ہوتا ہے۔ آدمی اپنے مال سے صدقہ نکالتا ہے، پھر اس کا جی چاہتا ہے تو دے دیتا ہے، نہیں چاہتا تو پاس رکھ لیتا ہے (ابوداؤد، رقم ۲۴۵۵۔ ترمذی، رقم ۳۴۷۔ نسائی، رقم ۲۳۲۴۔ ابن ماجہ، رقم ۱۷۰۱۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۷۳۱)۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے پاس کہیں سے کھانا آیا تو انھوں نے نفلی روزہ کھول دیا۔ مسئلہ آپ کے سامنے پیش ہوا تو فرمایا: کوئی حرج نہیں، اس کے بدلے اور روزہ رکھ لینا (ابوداؤد، رقم ۲۴۵۷۔ ترمذی، رقم ۳۵۷۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۶۲۶۷)۔ سیوطی کا کہنا ہے: نفلی روزہ بغیر عذر کے بھی کھولا جا سکتا ہے، البتہ زیادہ تر علما اس کی قضا ضروری قرار دیتے ہیں۔ بلا وجہ نفلی روزہ توڑنے کے خلاف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے: 'یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ'، ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی تابع فرمانی کرو اور اپنے اعمال کو اکارت نہ کرو'' (محمد ۴۷: ۳۳)۔ ابن منیر کہتے ہیں: یہ ایک عام حکم ہے، اگر کسی خاص معاملے میں الگ نص وارد ہوئی ہو تو اسے حکم عام پر ترجیح دی جاتی ہے۔ ابن عبد البر کا کہنا ہے: اس آیت سے استدلال ہی درست نہیں، کیونکہ اس کے معنی ہیں، اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو، ریا کاری اور کبائر سے انھیں برباد نہ کرو (نیل الاوطار، باب ان صوم تطوع لا یلزم بالشروع، شوکانی)۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

حج و عمرہ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ، ہم (عورتیں) آپ کے ساتھ غزوہ و جہاد نہ کریں، کیونکہ میں نے قرآن مجید میں جہاد سے افضل کوئی عمل نہیں پایا؟ فرمایا: نہ، (تمھارے لیے) بہترین اور عمدہ ترین جہاد حج مبرور ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں یہ فرمان نبوی سننے کے بعد حج نہ چھوڑوں گی (بخاری، رقم ۱۸۶۱۔ نسائی، رقم ۲۶۲۹۔ ابن ماجہ، رقم ۲۹۰۱۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۴۹۷)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے سفر کر رہے تھے۔ جب کوئی

مسافر ہمارے پاس سے گزرتا تو ہم اپنے آنچل سروں سے لٹکا (کر منہ ڈھانپ) لیتے اور جب وہ آگے بڑھ جاتا تو ہم ان کو اونچا کر دیتے (ابوداؤد، رقم ۱۸۳۳۔ ابن ماجہ، رقم ۲۹۳۵۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۰۲۱)۔ اس حدیث کے راوی یزید بن ابوزیاد کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ بڑھاپے میں ان کا حافظہ جاتا رہا تھا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے نکلے تو خوش دل تھے، آپ کا اطمینان آنکھوں سے چھلک رہا تھا، لیکن جب لوٹے تو مغموم تھے۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا: میں کعبے کے اندر سے ہو کر آیا ہوں۔ اب چاہ رہا ہوں کہ ایسا نہ کیا ہوتا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں نے اپنے بعد آنے والی امت کو مشقت میں ڈال دیا ہے (ابوداؤد، رقم ۲۰۲۹۔ ترمذی، رقم ۸۷۳۔ ابن ماجہ، رقم ۳۰۶۴۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۰۵۶)۔ یعنی ہر ایک کے لیے بیت اللہ میں داخل ہونا اور نوافل پڑھنا ممکن نہ ہو گا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں بیت اللہ کے اندر جا کر نماز پڑھنا چاہتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور حطیم میں لا کھڑا کیا۔ فرمایا: جب تو کعبہ کے اندر جانا چاہے تو حطیم میں نماز پڑھ لیا کرو، یہ کعبہ ہی کا ایک قطعہ ہے (ابوداؤد، رقم ۲۰۲۸۔ نسائی، رقم ۲۹۱۵)۔ دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ، میرے علاوہ آپ کی تمام ازواج بیت اللہ میں داخل ہو چکی ہیں۔ آپ نے فرمایا: کلید بردار کعبہ شیبہ عبدری کو پیغام بھیجو، وہ تمھیں دروازہ کھول دے۔ حضرت شیبہ نے جواب دیا: جاہلیت میں نہ اسلام میں ہم رات کے وقت کعبہ کا دروازہ کھولتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم حطیم میں نوافل ادا کر لو (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۳۸۴)۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا: کیا حطیم کعبہ کا حصہ ہے؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا: پھر لوگوں نے اسے بیت اللہ کے اندر شامل کیوں نہیں کیا؟ جواب فرمایا: تیری قوم قریش کے پاس خرچہ ختم ہو چکا تھا اس لیے حطیم باہر رہ گیا۔ میں نے اگلا سوال کیا: اللہ کے گھر کا دروازہ اونچا کیوں ہے؟ فرمایا: تمھاری قوم نے اسے اونچا اس لیے رکھا کہ جسے چاہیں کعبہ کے اندر بھیج دیں اور جسے چاہیں، روک لیں۔ تمھاری قوم کا زمانۂ جاہلیت حال ہی میں نہ گزرا ہوتا اور مجھے ان کے (دوبارہ) کافر ہو جانے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں حطیم کی (پانچ یا) چھ ہاتھ جگہ کعبہ میں شامل کر دیتا اور بیت اللہ کے شرقی و غربی دو دروازے بنا کر انھیں زمین کے برابر کر دیتا (بخاری، رقم ۲۴۳۷۔ مسلم، رقم ۳۲۲۳۔ نسائی، رقم ۲۹۰۴۔ ابن ماجہ، رقم ۲۹۵۵۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۷۰۹)۔

۶۰ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر نے مکہ، جنوبی عرب، عراق، شام اور مصر کے علاقوں پر اپنی خلافت قائم کی تو حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کی۔ بارہ سال حکومت کرنے کے بعد اموی حکمران

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عبدالملک بن مروان نے انھیں شہید کروایا تو کعبہ کو قریش کے نقشے پر واپس لوٹا دیا۔ طواف کرتے ہوئے اس نے حضرت عائشہ کی روایت کو حضرت عبداللہ بن زبیر کا گھڑا ہوا جھوٹ قرار دیا تو حارث بن عبداللہ نے تردید کی کہ میں نے یہ فرمان نبوی خود حضرت عائشہ سے سن رکھا ہے۔ تب عبدالملک نے کہا: اگر میں یہ فرمان پہلے سن لیتا تو عبداللہ بن زبیر کی تعمیر کو مسمار نہ کرتا (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۶۱۵۱)۔

حضرت عائشہ کے بھانجے، مشہور تابعی عروہ بن زبیر نے ان سے سوال کیا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: 'اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا'، ''بے شک صفا اور مروہ اللہ کے شعائر (خاص نشانیوں) میں سے ہیں تو جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، اس پر کوئی حرج نہیں کہ ان کے مابین چکر لگائے'' (البقرہ ۲: ۱۵۸)۔ مجھے اس کا مطلب یہ لگتا ہے کہ جو صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کرے، اس پر بھی کچھ گناہ نہ ہوگا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: ہرگز نہیں، اس شخص کا حج و عمرہ مکمل نہیں ہوتا جس نے صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کی ہو۔ اگر تمھاری بات سچ ہوتی تو آیت اس طرح ہوتی: 'فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ لَّا یَطَّوَّفَ بِھِمَا'۔ اصل میں یہ آیت انصار مدینہ کے بارے میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ ہمیں بیت اللہ کے طواف کا حکم ہوا ہے، صفا و مروہ کا نہیں۔ اہل جاہلیت مکہ کے قریبی مقام قدید کی چوٹی مشلل پر پڑے منات بت کا نام لے کر احرام باندھتے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کرتے۔ کچھ عربوں کا خیال تھا کہ سعی بین الصفا والمروہ جاہلیت کی نشانی ہے، کیونکہ ان کے پاس اساف و نائلہ نامی بت پڑے تھے۔ قبول اسلام کے بعد وہ سعی کرنے سے ہچکچاتے تھے، ان کا اشکال دور کرنے کے لیے اس ارشاد کا نزول ہوا (بخاری، رقم ۱۷۹۰۔ مسلم، رقم ۳۰۵۵۔ ابوداؤد، رقم ۱۹۰۱۔ ترمذی، رقم ۲۹۶۵۔ نسائی، رقم ۲۹۷۱۔ ابن ماجہ، رقم ۲۹۸۶۔ مستدرک حاکم، رقم ۳۰۶۹)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: شیطانوں کو کنکریاں مارنا، بیت اللہ کا طواف کرنا اور صفا و مروہ کے مابین سعی کرنا، یہ اعمال اللہ ہی کا ذکر بلند کرنے کے لیے کیے جاتے ہیں۔ غیر اللہ کا ذکر مطلوب نہیں ہوتا (ترمذی، رقم ۹۰۲۔ مستدرک حاکم، رقم ۱۶۸۵)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: قریش، بنو کنانہ اور بنو جدیلہ دین جاہلی میں متشدد تھے۔ حج کے دن یہ مزدلفہ میں قیام کرتے تھے، جب کہ باقی تمام قبائل کا وقوف عرفات میں ہوتا تھا۔ آمد اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ۹/ ذی الحجہ کو عرفات میں وقوف کریں اور پھر مزدلفہ کو لوٹیں۔ اللہ کا ارشاد: 'ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ'، ''پھر جہاں سے سب پلٹتے ہیں، تم بھی وہیں سے واپس لوٹو'' (البقرہ ۲: ۱۹۹) اسی کا بیان ہے (مسلم، رقم ۲۹۲۶۔

ابوداؤد، رقم ۱۹۱۰۔ نسائی، رقم ۳۰۱۵)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لوں کہ مزدلفہ سے رات کے وقت ہی منیٰ کے لیے نکل جاؤں، فجر کی نماز منیٰ میں پڑھوں اور حاجیوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے رمی کر لوں (لیکن آپ نے اجازت نہ دی)۔ آپ حضرت سودہ کو یہ سہولت عطا فرما چکے تھے، کیونکہ وہ بھاری بھر کم ہونے کی وجہ سے چست نہ تھیں (نسائی، رقم ۳۰۵۲۔ ابن ماجہ، رقم ۳۰۲۷۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۰۱۵)۔

حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ، ہم آپ کے لیے منیٰ میں ایک گھر کیوں نہ بنا دیں جو آپ کو دھوپ سے سایہ فراہم کرے؟ فرمایا: (یہ تو عارضی قیام گاہ ہے) کوئی بھی پہلے پہنچ کر اونٹ بٹھائے اور قیام کرے (ابوداؤد، رقم ۲۰۱۹۔ ترمذی، رقم ۸۸۱۔ ابن ماجہ، رقم ۳۰۰۶۔ مستدرک حاکم، رقم ۱۷۱۴)۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو ذوالحجہ کے مہینے میں عمرہ کرنے کو اس لیے کہا کہ مشرکین قریش اور ان کے ہم مذہب اس ماہ میں عمرہ کرنا حرام سمجھتے تھے۔ آپ نے ان کے اس عقیدے کو باطل قرار دیا کہ جب حج کی سواری کے جانوروں کے بال بڑھ جائیں، ان کے پشت کے زخم صحیح ہو جائیں اور صفر کا مہینا شروع ہو جائے تو عمرہ جائز ہوگا (ابوداؤد، رقم ۱۹۸۷۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۳۶۱)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جب تم میں سے کوئی حج کر لے تو سواری کا رخ اپنے اہل خانہ کی طرف موڑ دے، کیونکہ یہ اس کے اجر کو بہت بڑھا دے گا (السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۰۳۶۳۔ مستدرک حاکم، رقم ۱۷۵۳)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

نکاح وطلاق

ارشاد باری تعالیٰ ہے: 'وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ'، ''اور اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے معاملے میں انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تمھیں پسند آئیں، ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو'' (النساء ۴: ۳)۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: یہ آیت اس یتیم لڑکی کے باب میں نازل ہوئی جو اپنے ولی رشتہ دار کی پرورش میں ہو اور ترکے میں اس کی ساجھی ہو۔ وہ اسے ناپسند کرتا ہو، لیکن یہ بھی نہ چاہتا ہو کہ کوئی اور اس سے نکاح کر کے اس کا مال لے اڑے۔ اسے اس سے نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ اس کے علاوہ اپنی پسند کی عورتوں سے شادی کر لے۔ ہاں اگر اس کے مرتبے کے مطابق انصاف سے مہر دے اور حسن معاشرت کا ارادہ رکھے تو اس سے نکاح کی اجازت ہے (بخاری، رقم ۲۴۹۴۔

مسلم، رقم ۳۴۶۳۷۔ ابوداؤد، رقم ۲۰۶۸۔ نسائی، رقم ۳۳۴۸)۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: جس لڑکی کا گھر والے بیاہ کرنا چاہتے ہوں، آیا وہ اس سے مشورہ لیں گے؟ فرمایا: ہاں بالکل۔ میں نے کہا: ایسی بچی تو شرما رہی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کی خاموشی ہی اس کی طرف سے اجازت ہو گی (بخاری، رقم ۶۹۴۶۔ مسلم، رقم ۳۴۵۹۔ ابوداؤد، رقم ۲۰۹۴۔ نسائی، رقم ۳۲۶۹۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۱۸۵)۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: 'اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ'، ''اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا اندیشہ ہو تو اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ دونوں آپس میں کوئی سمجھوتا کر لیں اور سمجھوتا ہی بہتر ہے'' (النساء ۴: ۱۲۸)۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: یہ فرمان اس مرد کے بارے میں ہے جسے بڑھاپے یا کسی اور سبب سے اسے اپنی بیوی سے رغبت نہیں رہتی اور وہ اسے چھوڑ کر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ بیوی اس سے کہہ سکتی ہے کہ مجھے اپنے پاس رہنے دے اور میرا نفقہ (یا مہر) جیسے چاہو، دیتے رہنا۔ اس طرح دونوں راضی ہو جائیں تو کوئی مضایقہ نہیں (بخاری، رقم ۲۶۹۴۔ مسلم، رقم ۷۶۴۰۔ مستدرک حاکم، رقم ۲۳۵۲)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: زمانۂ جاہلیت میں شوہر اپنی بیوی کو جتنی چاہے طلاقیں دیتا، وہ اس کی بیوی رہتی اگر عدت کے اندر اس سے رجوع کر لیتا۔ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: بخدا! میں نہ تمھیں طلاق دوں گا کہ تو مجھ سے جدا ہو جائے، نہ اپنے پاس بساؤں گا۔ میں طلاق دوں گا اور جب عدت پوری ہونے لگے گی تو رجوع کر لوں گا۔ اس عورت نے حضرت عائشہ کو اپنی بپتا سنائی تو وہ خاموش ہو گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی۔ آپ نے بھی سکوت فرمایا، حتیٰ کہ وحی نازل ہوئی: 'اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ'، ''طلاق دو بار ہے، پھر معروف طریقے سے روک لینا ہے یا احسان کر کے رخصت کر دینا''۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں: لوگوں نے طلاق کو واقع ہوتا دیکھ کر رویہ بدلا، اس نے جو طلاق دینا چاہتا تھا اور اس نے بھی جو نہ دینا چاہتا تھا (ترمذی، رقم ۱۱۹۲۔ مستدرک حاکم، رقم ۳۱۰۶)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: شکر ہے اس اللہ کا جس کی سماعت آوازیں سننے کی وسعت رکھتی ہے، جب اوس بن صامت کی اہلیہ خولہ بنت ثعلبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خاوند کی شکایت کرنے آئیں تو میں گھر کے کونے میں ان کی باتیں سن رہی تھی۔ مجھے کچھ باتیں سمجھ آئیں اور کچھ کا پتا نہ چلا۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ، اوس نے میرا مال

صرف کر ڈالا، میری جوانی غارت کر دی۔ اب میں عمر رسیدہ ہو گئی ہوں، اولاد کا سلسلہ بند ہو گیا ہے تو مجھ سے ظہار کر دیا ہے، (یعنی اپنی ماں سے تشبیہ دے کر اپنے اوپر حرام کر دیا ہے) اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے کفارۂ ظہار کا حکم (المجادلہ ۵۸: ۱) نازل کیا اور واضح کیا کہ بیوی کو ماں کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ جہلاے عرب کا دستور تھا، البتہ مرد کو یہ لغو بات کہنے کی سزا بھگتنا ہو گی، وہ ایک غلام آزاد کرے گا یا دو مہینے کے لگا تار روزے رکھے گا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا، تبھی اپنی عورت کے پاس جا سکے گا (ابن ماجہ، رقم ۱۸۸۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۱۹۵۔ مستدرک حاکم، رقم ۳۷۹۱)۔

یحییٰ بن سعید نے عبدالرحمٰن بن حکم کی بیٹی عمرہ کو طلاق دی تو عبدالرحمٰن اسے گھر لے گئے۔ حضرت عائشہ نے گورنر مدینہ مروان بن حکم کو پیغام بھیجا کہ اللہ سے ڈرو اور بچی کو عدت گزارنے کے لیے اس کے شوہر کے گھر واپس بھیج دو جہاں اسے طلاق ہوئی تھی۔ مروان نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن حکم نے مجبور کر دیا تھا، میں اسے روک نہ سکا۔ اس نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی طلاق کا حوالہ بھی دیا جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزارنے کی اجازت دے دی تھی۔ حضرت عائشہ نے جواب دیا: اس اجازت کی خاص وجہ تھی کہ فاطمہ کے شوہر کا گھر ویران جگہ پر تھا اور ان کا اپنے سسرال والوں سے جھگڑا رہتا تھا۔ مروان نے کہا: یہاں بھی میاں بیوی میں باہم جھگڑا رہتا تھا، اس لیے بیوی نے خاوند کا گھر چھوڑ دیا (بخاری، رقم ۵۳۲۱۔ ابوداؤد، رقم ۲۲۹۵۔ نسائی، رقم ۳۵۷۵۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۷۳۴۱)۔ عینی کہتے ہیں: حضرت عمر اور حضرت عائشہ حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت پر عمل درست نہ سمجھتے تھے، وہ اللہ کے اس فرمان کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے: 'یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ'، ''اے نبی، تم لوگ جب بیویوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے حساب سے طلاق دو اور عدت کا صحیح شمار رکھو، اللہ اپنے رب سے ڈرتے رہو۔ ان کو گھروں سے نہ نکالو، نہ وہ خود ہی نکلیں، الاّ یہ کہ انھوں نے کھلی بدکاری کا ارتکاب کیا ہو'' (الطلاق ۶۵: ۱)۔ (نسائی، رقم ۳۵۷۹)۔

سعد بن ہشام نے سیدہ عائشہ سے کہا: میں تجرد (چھڑا پن، celibacy) کے بارے میں آپ کی رائے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے جواب دیا، غیر متاہل زندگی اختیار نہ کرنا۔ تم نے اللہ کا ارشاد نہیں سنا: 'وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً'، ''اے نبی، ہم نے آپ سے پہلے بھی کئی رسول بھیجے اور انھیں بیویوں اور اولاد سے نوازا (الرعد ۱۳: ۳۸)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شادیاں کیں اور آپ کی

اولاد ہوئی (نسائی، رقم ۳۲۱۸۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۸۱۰)۔

زہد و ورع

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کو ابر آلود دیکھتے تو (گھبرا کر) آگے پیچھے، اندر باہر ہوتے اور آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ بارش شروع ہوتی تو آپ کی گھبراہٹ زائل ہو جاتی۔ میں نے پوچھا: بادل آئیں تو لوگ بارش کی امید میں خوش ہوتے ہیں، جب کہ آپ کے چہرے پر ناخوش گواری نظر آتی ہے۔ فرمایا: مجھے ڈر ہوتا ہے، ان بادلوں میں سے عذاب نمودار نہ ہو جائے، جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر آیا۔ انھوں نے بھی کہا تھا: ’ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا‘، ’’یہ بادل ہم پر بارش برسانے آیا ہے‘‘ (الاحقاف ۴۶: ۲۴)، (بخاری، رقم ۳۲۰۶۔ ابوداؤد، رقم ۵۰۹۸۔ ترمذی، رقم ۳۲۵۷۔ ابن ماجہ، رقم ۳۸۹۱۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۳۶۹۔ مستدرک حاکم، رقم ۳۷۰۰)۔ حضرت عائشہ بتاتی ہیں: جب آپ افق میں بادل اٹھتا ہوا دیکھتے تو تمام عمل، حتیٰ کہ نماز بھی چھوڑ دیتے اور دعا فرماتے: ’اللّٰھم إني أعوذ بك من شرھا‘، اے اللہ، میں اس ابر کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اگر بارش ہو جاتی تو فرماتے: اللہ، خوب برسا خوش گوار بارش (ابوداؤد، رقم ۵۰۹۹۔ نسائی، رقم ۱۵۲۴۔ ابن ماجہ، رقم ۳۸۸۹۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۵۹۰)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو تلقین کی کہ کامل اور جامع دعائیں اپنا وظیفہ بنا لو۔ ان میں سے ایک یہ تھی: ’اللّٰھم إني أسألك من الخير كله عاجله و آجله ما علمت منه و ما لا أعلم. و أعوذ بك من الشر كله عاجله و آجله ما علمت منه و ما لا أعلم. و أسألك الجنة و ما قرب إليها من قول أو عمل. و أعوذ بك من النار و ما قرب إليها من قول أو عمل. و أسألك من الخير ما سألك عبدك ورسولك محمد. و أستعيذ مما استعاذك منه عبدك ورسولك محمد و أسألك ما قضيت لي من أمر أن تجعل عاقبته رشدًا‘، ’’اے اللہ، میں تم سے خیر کا سوال کرتا ہوں، ہر طرح کی خیر، جلد ملنے والی اور دیر سے حاصل ہونے والی، جو میں جانتا ہوں اور جو میرے علم میں نہیں۔ میں شر سے تمھاری پناہ چاہتا ہوں، ہر قسم کا شر، جلد لاحق ہونے والا اور دیر سے وارد ہونے والا، جو میں جانتا ہوں اور جو میرے علم میں نہیں۔ میں تم سے وہ خیر مانگتا ہوں جو تیرے بندے اور تیرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے چاہا تھا۔ میں تمھاری پناہ مانگتا ہوں ہر اس شر سے، جس سے تیرے بندے اور تیرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ چاہی تھی۔ میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ

ہر اس امر کو جو تو نے میرے لیے مقدر کر رکھا ہے، انجام کار ہدایت میں بدل دے'' (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۱۳۷۔ مستدرک حاکم، رقم ۱۹۱۴)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اگر تو آخرت میں میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو دنیا اتنی ہی حاصل کرنا جس قدر ایک مسافر کے پاس توشۂ راہ ہوتا ہے۔ امرا کی محافل سے دور رہنا اور کپڑا اس وقت تک نہ پھینکنا جب تک اسے پیوند نہ لگا لو (مستدرک حاکم، رقم ۷۸۶۷)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: ''اے اللہ، مجھے ایک مسکین والی زندگی اور مسکین والی موت دینا اور روز قیامت مسکینوں کے ساتھ اٹھانا۔'' حضرت عائشہ نے سوال کیا: یا رسول اللہ، ایسی دعا کیوں کر رہے ہیں؟ فرمایا: ''مساکین امرا سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ عائشہ، کسی مسکین کو ہرگز نہ دھتکارنا، چاہے کھجور کی ایک پھانک ہی دے کر رخصت کرنا۔ عائشہ، مسکینوں سے محبت کرنا اور انھیں قریب رکھنا۔ تب یقین رکھنا کہ اللہ روز حشر تمھیں اپنا قرب عطا کرے گا'' (ترمذی، رقم ۲۳۵۲)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''اے عائشہ، اس کے شر سے پناہ مانگو، یہی ہے اندھیرا جب چھا جاتا ہے'' (ترمذی، رقم ۳۳۶۶۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۸۰۲۔ مستدرک حاکم، رقم ۳۹۸۹)۔ روایت کے ظاہری الفاظ سے لگتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ راست چاند کو تاریکی قرار دیا۔ اسی لیے کچھ حضرات نے اس سے چاند گرہن کا مفہوم نکال لیا۔ یہ درست نہیں، کیونکہ 'غاسق' کے صحیح معنی ہیں، اندھیری رات۔ خود قرآن مجید کے الفاظ 'اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ'، ''نماز کا اہتمام رکھو، زوال آفتاب کے اوقات سے لے کر رات کے تاریک ہونے تک'' (بنی اسرائیل ۱۷: ۷۸)، اس کی تائید کرتے ہیں۔ جملہ مفسرین نے یہ روایت نقل کرنے کے باوجود انھی معنوں کو ترجیح دی ہے۔ یہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بھی مخالف ہے: ''چاند سورج اللہ کی نشانیاں ہیں، کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے ان پر گرہن نہیں آتا۔ جب تم گرہن دیکھو تو اللہ سے دعا مانگو، تکبیریں کہو، نماز پڑھو اور صدقہ کرو'' (بخاری، رقم ۱۰۴۴۔ مسلم، رقم ۲۰۴۶)۔ امام رازی نے چاند کو 'غاسق' قرار دینے کی یہ توجیہ کی ہے کہ چاند اپنے اصل میں تاریک ہے۔ اس کی روشنی سورج سے مستعار ہوتی ہے (چاند پر پڑنے والی سورج کی روشنی کا محض ۳ سے ۱۲ فی صد تک زمین پر منعکس ہوتا ہے)۔ یہ روشنی بھی قمری مہینے کے آخر میں جاتی رہتی ہے۔ مولانا مودودی کہتے ہیں: چاند سے پناہ مانگنے کا مطلب ہے، چاند کے آنے کے وقت (یعنی رات) سے پناہ مانگو۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: کچھ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور 'السام علیکم' کہا جس کے معنی موت کی دعا کرنا ہے۔ مجھے ان کا مطلب سمجھ آ گیا، اس لیے جواب دیا: 'وعلیکم السام واللعنۃ'، تم پر بھی موت آئے اور لعنت ہو (بندروں اور خنزیروں کے بھائیو)۔ آپ نے فرمایا: رکو عائشہ، اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی پسند کرتا ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ، آپ نے ان کے کلمات نہیں سنے؟ فرمایا: تم نے میرا جواب 'وعلیکم' نہیں سنا، یعنی تم مرو (بخاری، رقم ۶۰۲۴۔ مسلم، رقم ۵۷۰۹۔ ترمذی، رقم ۲۷۰۱۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۰۲۹)۔ اگلی روایت میں ہے: انھیں دی گئی میری بددعا تو مقبول ہو جائے گی، البتہ میرے خلاف ان کی دعا کو قبولیت حاصل نہ ہو گی (بخاری، رقم ۶۰۳۰۔ مسلم، رقم ۵۷۱۱۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۱۵۱۰۶)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر نکلے تو صدقے کے اونٹوں کے سوا کوئی اونٹ نہ تھا۔ آپ نے اپنی باقی ازواج کو جو اونٹ دیے، وہ میرے اونٹ کی طرح نہ تھے۔ مجھے ایسا اونٹ ملا جو ہٹیلا اور اڑیل تھا، کسی نے اس پر بیٹھ کر نہ دیکھا تھا۔ میں نے آپ سے شکایت کی تو فرمایا: عائشہ، اس سے نرمی برتو۔ نرمی جس شے میں شامل ہوتی ہے، اسے مزین کر دیتی ہے اور جس چیز سے جدا ہوتی ہے، اسے بدنما بنا دیتی ہے (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۸۰۸۔ مسند اسحاق بن راہویہ، رقم ۱۵۸۶)۔

www.javedahmadghamidi.com
www.almawrid.org

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، الجامع المسند الصحیح المختصر (بخاری، شرکۃ دارالارقم)، المسند الصحیح المختصر من السنن (مسلم، شرکۃ دارالارقم)، الجمل من انساب الاشراف (بلاذری)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، احکام القرآن (جصاص)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، احکام القرآن (ابن عربی)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (مزی)، سیر اعلام النبلاء (ذہبی)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، تہذیب التہذیب (ابن حجر)، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ، امین اللہ وثیر)، Wikipedia, the free encyclopedia۔

[باقی]